اسلام میں انسانی حقوق کا تصور

محمد رضی الاسلام ندوی

(دوسری قسط)

۹۔ کام کرنے اور اس پر اجرت لینے کا حق:

اسلام حلال روزی حاصل کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کے لئے محنت و مشقت کرنے کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَآاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا...... (البقرہ:۱۶۸) ''لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔''

حضرت مقدامؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدہ[۱] ''کبھی کسی شخص نے ہاتھ کی کمائی سے بہتر روزی نہیں کھائی۔''

قدرت کے باوجود کام نہ کرنے اور بھیک مانگنے کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزال المسالة باحدکم حتی یلقیٰ اللّٰہ تعالیٰ ولیس فی وجھہ مزعة لحم[۲] ''جو شخص یہاں برابر مانگتا رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہ ہوگا۔''

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے فریب دہی، چوری، غصب، جوا، سود، ذخیرہ اندوزی اور استحصال کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔

کام چاہے جسمانی ہو یا فنی یا علمی، اس طرح آدمی کو بھرپور اجر کا اسلام مستحق قرار دیتا ہے۔ کام کی حیثیت بھی سامان جیسی ہے جس پر معقول معاوضہ ملنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَبْخَسُوْا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ (الاعراف:۸۵) ''لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔''

اسلام جب کام کے مقابلے میں کم اجرت دینے کو گوارا نہیں کرتا تو بے گار لینے اور بندھوا مزدوری کرانے کو کیوں کر سند جواز دے سکتا ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ کام کی پوری مزدوری دینے کا حکم دیا ہے، بلکہ اس کی ادائیگی میں عجلت کرنے کی تاکید کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب کراہۃ المسائلۃ للناس۔ اسی مضمون کی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، کتاب الزکوٰۃ، باب من سأل الناس تکثیراً۔

☆ بہ شیرین زبانی ولطف وخوشی .... توانی کہ پیلی بہ مویی کشی ☆

اعطوا الأجیر أجره قبل ان یجف عرقه[1] ''مزدور کو مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو''۔

ایک حدیث قدسی میں حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں قیامت کے دن تین لوگوں کا دشمن ہوں گا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا:

ورجل استأجر اجیراً فاستو فی منه ولم یعطه اجره[2] ''جس نے کسی کو مزدور رکھا، اس سے کام تو پورا لے لیا، لیکن مزدوری نہیں دی''۔

اسلام کام کرنے والے کے لیے فرصت اور آرام کا حق بھی تسلیم کرتا ہے۔ اس نے عبادات کے سلسلے میں اعتدال ملحوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اور نفس کو بے جا مشقت میں ڈالنے سے روکا ہے۔ اس کا یہی رویہ دنیاوی معاملات کے سلسلے میں بھی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتشدّدوا علی انفسکم فیشدّد علیکم[3] ''اپنے آپ پر سختی نہ کرو، ورنہ اسے تمہارے اوپر مسلط کر دیا جائے گا''۔

اللہ کے رسول ﷺ کو حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مسلسل دن میں روزہ رکھتے اور راتوں میں نماز پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور اعتدال کی روش اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

ان لجسدک علیک حقاً[4] ''تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے''۔

---

1. سنن ابن ماجہ، ابواب الرہون، باب أجر الاجراء
2. صحیح بخاری، کتاب الاجارۃ، باب اثم من منع اجر الأجیر
3. سنن ابی داؤد، کتاب الادب۔ باب فی الحسد
4. صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب النہی عن صوم الدہر

غصب کر سکتی ہے نہ اس کی ملکیت کو ختم کر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَـآيُّهَـا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُـوْا لَا تَـاْكُلُوْٓا اَمْوَالَـكُـمْ بَيْـنَـكُمْ بِالْبَاطِلِ.. (النساء: ۲۹) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ''۔

حکومت کو بھی اگر مفادِ عامہ میں کسی کی ذاتی ملکیت لینے کی ضرورت ہو تو مالک کی رضا سے اس کا معاوضہ ادا کر کے ایسا کر سکتی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کے لیے ایک جگہ منتخب کی تو اس کا معاوضہ ادا کر کے اسے حاصل کیا۔

اسلام میں اس چیز کی اتنی اہمیت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ذاتی ملکیت بچانے میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تو اسلام اسے شہید قرار دیتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قتل دون ماله فهو شهيد[1] ''جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے''۔

۱۱۔ کفالت کا حق

بعض لوگ اپنی روزی کمانے پر قادر نہیں ہوتے۔ اسلام انہیں معاشرے میں بے یار و مددگار، دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے نہیں چھوڑ دیتا، بلکہ ان کی کفالت کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کے لیے اس نے مختلف تدابیر اختیار کی ہیں۔

۱۔ اس نے زکوٰۃ فرض کی ہے جو مالداروں سے وصول کی جاتی ہے اور غریبوں پر خرچ کی جاتی ہے۔ قرآن میں مختلف مقامات پر آیا ہے:

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ. ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو''۔

اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کرتے وقت جو ہدایات دیں ان میں یہ بھی تھی:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب من قاتل دون مالہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی من قصد اخذ مال غیرہ بغیر حق

فاعلمهم انّ اللّٰه افترض عليهم صدقة في أموالهم توخذ من أغنيائهم وترد علی فقرائهم[۱]

''انہیں اطلاع دینا کہ اللہ نے ان کے مالوں میں صدقہ فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے ناداروں پر تقسیم کیا جائے گا''۔

۲۔ اس نے انفاق پر غیر معمولی زور دیا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقیروں وغیرہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے اور ان کی خبر رکھنے اور ان کے کام آنے کی تاکید کی ہے۔ قرآن میں ہے:

وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآئِلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ...... (البقرہ:۱۷۷)

''اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے''۔

۳۔ اسلام میں قرض، عاریت، وراثت، وصیت، مہر اور نفقہ وغیرہ کے سلسلے میں جو احکام دیے گئے ہیں وہ بھی اس کے اجتماعی نظامِ کفالت کی مختلف صورتیں ہیں۔

۴۔ اسلام نے ریاست کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ جس شخص کی کفالت کرنے والا کوئی نہ ہو اس کی وہ کفالت کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

السلطان ولی من لاولی له[۲]

''جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست حکمراں ہے''۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ترک مالا فلو رثته ومن ترک کلًا فالینا[۳]

''جو شخص مال چھوڑ جائے وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو کسی کو بے سہارا چھوڑ جائے تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہے''۔

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ، مسلم کتاب ایمان، باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام

۲۔ جامع ترمذی، ابواب النکاح، باب ماجاء لانکاح الابولی

۳۔ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الاسیر، صحیح مسلم، کتاب الفرائض، آخر آیۃ انزلت آیۃ الکلالۃ

۱۲۔ آزادی کا حق

اسلام انسان کو یہ حق بھی دیتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ واختیار میں آزاد ہو اور اپنی مرضی سے جو چاہے کر سکے۔ اسلام کسی انسان سے اس کی آزادی کو سلب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر اپنے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ سے فرمایا:

متی تعبّدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا[۱] "تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا ہے، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا"۔

صدر اوّل میں غلام رکھے جاتے تھے، ان کے متعلق بعض احکام موجود ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اسلام نے غلامی کو رواج دیا ہے یا اس رواج کو باقی رکھا ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے بہت حکمت کے ساتھ غلامی کا خاتمہ کیا ہے۔ اس وقت کے سیاسی حالات کے پیش نظر اسلام نے اس کے خاتمے کا یکلخت اعلان نہیں کیا، بلکہ اس میں تدریج اختیار کی۔ اس نے غلاموں کو آزاد کرنے کی مختلف طریقوں سے ترکیب نکالی۔ کفارات میں اسے ہی اوّل مقام دیا، غلاموں کی آزادی کو بہت بڑا ثواب قرار دیا۔ اس نے اپنے ماننے والوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ غلام ان ہی جیسے انسان اور ان کے بھائی ہیں۔

۱۳۔ محض شک وشبہ پر گرفتاری اور سزا سے تحفظ کا حق

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کو محض شک وشبہ کی بناء پر "قومی سلامتی" کے نام پر گرفتار کیا جائے اور عدالتی کارروائی کے بغیر جیل میں ڈال دیا جائے۔ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے ملزم بے قصور ہے اور اس کی آزادی کو ختم کرنا غلط ہے۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے خطبے کے دوران کھڑے ہو کر کہا:

"یارسول اللہ! میرے پڑوسی کس جرم میں گرفتار کیے گئے؟" اس نے یہی سوال تین بار دہرایا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دیا جائے[۲]۔

۱۔ اخبار عمر، علی طنطاوی، دار الفکر دمشق۔ طبع اول ص ۱۸۳۔۱۸۴

۲۔ سنن ابن داؤد، کتاب القضاء، باب فی الدین ھل یحبس بہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

واللہ لا یوسر رجل فی الاسلام بغیر العدول[۱]

''اللہ کی قسم اسلام میں کسی شخص کو قید نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ معتبر گواہی کے ذریعے اس کا مجرم ہونا ثابت نہ ہو جائے''۔

اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ حتی الامکان سزا سے گریز کیا جائے، نہ کہ محض شبہ کی بنیاد پر سزا دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعا[۲]

''لوگوں کو سزا دینے سے گریز کرو، جہاں تک اس کی گنجائش نکل رہی ہو''۔

۱۴۔ عمل غیر سے برأت کا حق

اسی طرح اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کسی شخص کے جرم میں اس کے رشتہ داروں اور متعلقین میں سے کسی کو پکڑا جائے، یا اس کی گرفتاری کو یقینی بنانے کے لیے انہیں اذیتیں دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى...... (الانعام:۱۶۴)

''ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ○ (البقرۃ:۱۹۳)

''پھر اگر وہ باز آ جائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا کسی پر دست درازی روا نہیں''۔

۱۵۔ سکونت کا حق

اسلام کی نظر میں کسی شخص کو اس کے گھر بار سے بے دخل کرنا جائز نہیں۔ بنی اسرائیل کے جرائم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

۱۔ موطا امام مالک، کتاب الاقضیۃ، باب ماجاء فی الشہادات

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب الستر علی المومن ودفع الحدود بالشبہات

وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ...... وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُم (البقرۃ:۸۵)

''اپنی برادری کے کچھ لوگوں کو بے خانماں کر دیتے ہو حالانکہ انہیں ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے تم پر حرام تھا''۔

اسلام جلاوطنی کی سزا صرف مفسدوں اور باغیوں کو دیتا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ برپا کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے لیے قرآن میں جو مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

اَوْ يُنفَوْا مِنَ الْاَرْضِ...... (المائدۃ:۳۳) ''یا جلاوطن کر دیے جائیں''۔

۱۶۔ پناہ کا حق

اگر کوئی شخص کسی علاقے میں ظلم کا شکار ہو اور وہ اپنے دفاع پر قادر نہ ہو تو اسلام اس کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ وہ وہاں سے کہیں اور چلا جائے اور کسی ایسے علاقے میں پناہ لے جہاں وہ اپنی آزادی اور عزت نفس کو باقی رکھ سکے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا...... (النساء:۹۷)

''جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور مجبور تھے، فرشتوں نے کہا: کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟

اسلام کے نزدیک پناہ حاصل کرنے کا یہ حق تمام لوگوں کو حاصل ہے، خواہ وہ کسی رنگ و نسل کے ہوں اور کسی مذہب کے ماننے والے ہوں:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ...... (التوبۃ:۶)

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے اس کے مامن تک پہنچا دو''۔

☆ تا تریاق از عراق بیاورند...... مار گزیدہ مردہ باشد☆

حقوقِ انسانی کے حدود۔ اسلام کا نقطۂ نظر

اسلام نے انسانی حقوق کے تعین میں اعتدال اور توازن کو ملحوظ رکھا ہے۔ وہ ہر شخص کے لیے نہ تو بے لگام آزادی کا روادار ہے اور نہ اس نے افراط اور تفریط پر مبنی حقوق کا تصور پیش کیا ہے۔ اس چیز کو ملحوظ نہ رکھنے کی بناء پر اعتراضات کیے جاتے ہیں اور اسلام کی بعض تعلیمات کو بنیادی انسانی حقوق سے متغایر و متصادم قرار دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ا۔ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق

کہا جاتا ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق محفوظ نہیں ہیں۔ اس میں ان کے ساتھ امتیاز برتا جاتا ہے۔ انہیں حکومتی مناصب سے دور رکھا جاتا ہے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ کوئی انہیں قتل کر دے تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا۔ ان کی دیت بھی مسلمانوں کے برابر نہیں ہے۔

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ قرآن اور سنت اس کا دستور اساسی ہے۔ جن لوگوں کا قرآن وسنت پر ایمان نہ ہو اور جو اس دین کو نہ مانتے ہیں جو قرآن وسنت میں پیش کیا گیا ہے وہ اس کی بنیاد پر قائم ہونے والی ریاست کا نظم ونسق صحیح طریقے پر کیسے چلا سکتے ہیں؟ اس لیے انہیں اسلامی ریاست کے کلیدی مناصب کا اہل نہیں سمجھا گیا ہے۔ البتہ دیگر مناصب انہیں دیے جا سکتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

فقہ اسلامی میں اگرچہ بعض فقہاء کی تصریحات ایسی ملتی ہیں کہ کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ لیکن بعض دیگر فقہاء کی رائے ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ ایسی ہی بحث دیت کے سلسلے میں بھی ہے، بعض فقہاء دونوں کی دیت میں فرق کرتے ہیں جب کہ دیگر فقہاء نے دونوں کو برابر قرار دیا ہے[1]۔

---

[1] اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے حقوق، ان کے سلسلے میں فقہاء کے اختلافات اور ان کے تجزیہ پر تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے ''غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق'' مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اوّل ۱۹۹۹ء، بحث ''ذمیوں کے حقوق'' ص ۲۱۷۔۲۵۴

اسلامی ریاست میں غیر مسلم تمام تمدنی حقوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے پرسنل لاء پر عمل کر سکتے ہیں۔ اپنے نزاعات کے فیصلے خود کر سکتے ہیں۔ اپنی عبادات گاہیں تعمیر کر سکتے ہیں۔ ان کے مال و جائداد پر کوئی دست درازی نہیں کر سکتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الامن ظلم معاهداً او انتقصه او كلّفه فوق طاقته و أخذ منه شيئاً بغير طيب نفسٍ فأنا حجيجه يوم القيامة[1]

''خوب اچھی طرح سُن لو، جس شخص نے کسی معاہد پر ظلم کیا یا اس کی عیب جوئی کی، یا اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا اور اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے لی تو میں قیامت کے دن اس کے خلاف رہوں گا''۔

اسلام کی نظر میں مذہب کا اختلاف ویسا ہی ہے جیسے آج کے زمانے میں قومیتوں کا اختلاف۔ کوئی بھی ملک دوسرے ملک کے باشندوں کو، جو عارضی طور پر وہاں رہتے ہوں ملک کے حقیقی باشندوں کے مساوی حقوق نہیں دیتا۔ ملکی انتخابات میں حصہ لینے، بعض مخصوص ملازمتیں حاصل کرنے اور آزادانہ نقل وحرکت کرنے کی آزادی انہیں اس طرح حاصل نہیں ہوتی جیسی حقیقی باشندوں کو ہوتی ہے، ٹھیک اسی طرح اسلام بھی بعض معاملات میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان فرق کرتا ہے۔

۲۔ عورت کے معاشرتی اور عائلی حقوق

اسلام میں عورت کے مقام و مرتبہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو مرد سے کم تر حیثیت دی ہے اور اسے بہت سے حقوق سے محروم کیا ہے۔ عائلی زندگی میں اسے مرد کا محکوم بنا کر رکھا گیا ہے۔ اسے سیاسی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔

اسلام اپنا ایک مخصوص نظام معاشرت رکھتا ہے اس کے مطابق عورت اور مرد کے معاشرتی اور عائلی حقوق اور فرائض متعین کیے گئے ہیں۔ اس نظام سے ناواقفیت کی بناء پر یہ اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ اسلام میں عقائد، عبادات، اخلاق، احکام الٰہی کے

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفیٔ والامارۃ، باب فی تعشیر اہل الذمۃ

بهتر آن باشد که سرِ دلبران ☆ گفته آید در حدیث دیگران

مکلف ہونے اور ان پر اجر پانے کے معاملے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، عورت کو مرد کے مثل تمام تمدنی حقوق حاصل ہیں۔ وہ ملکیت کا حق رکھتی ہے، وہ خرید وفروخت کر سکتی ہے، وہ دیگر معاملات اور تصرفات کر سکتی ہے، اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ عہدِ نبوی ﷺ میں ایسے متعدد واقعات پیش آئے کہ لڑکی نے شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دیا ہے۔ رسول ﷺ نے اس نکاح کو فسخ کر دیا۔

فطرت نے مرد اور عورت کے الگ الگ کام مقرر کیے ہیں اور دونوں کو الگ الگ ذمہ داریاں دی ہیں۔ اسلام میں مرد وعورت کے حقوق میں بظاہر جو فرق نظر آتا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام نے ان کے حقوق کے تعین میں ان کاموں اور ذمہ داریوں کی رعایت کی ہے۔

نسلِ انسانی کی افزائش اور پرورش کا عظیم الشان کام عورت سے متعلق ہے۔ اسے بہتر طریقے سے انجام دینے کے لیے اس کا مزاج جذباتی اور انفعالی بنایا گیا ہے۔ اس کے لیے اسے حیض، نفاس، حمل اور رضاع وغیرہ کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ امور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کرتے ہیں۔ ان وجوہ سے اسلام نے اسے کچھ رعایتیں دی ہیں۔ نظام خاندان کو چلانے کے لیے دوڑ دھوپ کرنے اور روزی کمانے کا بار مرد پر ڈالا گیا ہے اور عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے سیاسی اور عسکری خدمات بھی اس سے متعلق نہیں کی گئی ہیں۔ یہ عورت کی حق تلفی نہیں۔ بلکہ اسے دی گئی رعایت اور سہولت ہے[1]۔

۳۔ ارتداد کی سزا

اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد اسے ترک کر دے اور اس کے بجائے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے، یا بے دین ہو جائے تو اسلام اسے موجب قتل گردانتا ہے۔ اس چیز کو

[1] اسلام میں عورت کے حقوق کے سلسلے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں، ان کے علمی جائزہ اور مدلل جوابات کے لیے ملاحظہ کیجیے ''مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ معارف اسلامی، کراچی

عقیدہ و مذہب کی آزادی کے خلاف قرار دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انسان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے جو مذہب بھی اچھا معلوم دے اسے قبول کرے۔ اور اگر کسی مرحلے پر اسے معلوم ہو کہ اس نے انتخاب میں غلطی کی تھی تو اس سے رجوع کر کے کوئی دوسرا مذہب جو اسے پسند آئے، اختیار کر لے۔

اسلام نے انسانوں کو عقیدہ و مذہب کے انتخاب کی پوری آزادی دی ہے۔ وہ اپنے عقائد و نظریات لوگوں پر بہ جبر نہیں تھوپتا، بلکہ انہیں سوچنے سمجھنے اور غور و فکر کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے۔ وہ ان لوگوں سے جنگ کرتا ہے جو دوسرے انسانوں پر اپنی رائے اور مرضی تھوپتے ہیں اور ان کی آزادی کی راہ میں مزاحم بنتے ہیں۔ وہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذاہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے اور ان کے تمام بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ لیکن وہ یہ ہرگز برداشت نہیں کرتا کہ کوئی اس کی دی ہوئی اس آزادی سے غلط فائدہ اٹھائے اور خود اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرے۔ اسلام کے خلاف یہ سازش پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ عہدِ نبوی میں جب اسلام روز افزوں ترقی پر تھا اور رفتہ رفتہ لوگ اس کے سایۂ عاطفت میں پناہ لے رہے تھے، بعض یہودیوں نے یہ خفیہ منصوبہ بنایا کہ پہلے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیں، پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے ترک کر دیں۔ اس طرح لوگوں کو یہ احساس ہوگا کہ ضرور اسلام میں کچھ خامی ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے اسے قبول کرنے کے بعد پھر ترک کر دیا ہے۔ اس طرح قبول اسلام کی اس رفتار پر روک لگائی جا سکتی ہے۔

وَ قَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَ اكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ (آل عمران:۷۲)	”اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں“۔

اسلام ارتداد کو بغاوت کے مترادف سمجھتا ہے اور باغی کے لیے ویسی ہی سزا تجویز کرتا

ہے جیسی سزا کا وہ مستحق ہے۔ وہ مرتد کو اسلامی ریاست کے حدود میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ اس کا وجود مستقل فتنہ کا باعث بنا رہے گا۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ کسی شخص کی جانب سے ارتداد کا اظہار ہوتے ہی اسلامی ریاست فوراً اسے قتل کر دے گی، بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا، اس کے شبہات دور کرنے اور سمجھانے کی کوشش کی جائے گی، اسے غور وفکر کا موقع دیا جائے گا، لیکن اگر تمام کوششیں ناکام ہو جائیں اور وہ اپنے ارتداد پر اٹل رہے تو صفحۂ ہستی کو اس کے وجود سے پاک کر دیا جائے گا۔ کوئی بھی ریاست اپنی رعایا میں سے کسی کو اتنی آزادی نہیں دے سکتی کہ خود اس کا وجود معرض خطر میں پڑ جائے اور اس کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں[1]۔

۴۔ اسلامی حدود وقصاص

اسلام نے مختلف جرائم کی مختلف سزائیں تجویز کی ہیں۔ کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو وہ بھی مستحق قتل ہے، زنا کرے تو اسے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں سو کوڑے لگائے جائیں گے اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اسی طرح کی کچھ اور سزائیں ہیں۔ نام نہاد حقوق انسانی کے علم برداران سزاؤں کو وحشیانہ، غیر متمدن اور غیر انسانی قرار دیتے ہیں۔

جو لوگ ان سزاؤں کی مخالفت کرتے اور بنیادی انسانی حقوق کی دہائی دیتے ہیں انکی نظر صرف ایک پہلو پر رہتی ہے اور وہ ہے ان مجرمین کی انسانی جان کا احترام۔ وہ مشورہ دیتے ہیں کہ کسی کو قتل کرنے یا اس کا ہاتھ کاٹنے کے بجائے قید کر دیا جائے، یا مالی تاوان عائد کر دیا جائے۔ یہ حضرات مسئلہ کا دوسرا پہلو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں اور وہ یہ کہ ان مجرمین کے ہاتھوں دوسرے انسانوں کے بنیادی حقوق کی پامالی ہوتی ہے۔

اسلام نے اس معاملے میں عدل و انصاف کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ حدود و تعزیرات کے نفاذ میں دو امور اس کے پیش نظر رہے ہیں:

---

[1] اس موضوع پر تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں"۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز

۱۔ جتنا سنگین جرم ہو اسی کے اعتبار سے سزا دی جائے۔ جزاء سیئۃٍ سیئۃ مِثلُھا (الشوریٰ/۴۰) (برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے)۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرتا ہے اور اسے زندگی کے حق سے محروم کرتا ہے تو وہ بھی جینے کا حق کھو دیتا ہے۔ اگر کوئی کسی کو زخم پہنچاتا ہے یا اس کے کسی عضو کو تلف کرتا ہے تو خود کو اس کا مستحق بنالیتا ہے کہ اس کا بھی وہ عضو تلف کر دیا جائے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى...... (البقرۃ:۱۷۸)	”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے۔ غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے“۔
وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ...... (المائدہ:۴۵)	”توراۃ میں ہم نے یہودیوں پر حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ“۔

۲۔ وہ سزا ایسی ہو جس سے دوسرے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ ہزار بار سوچیں کہ اگر انہوں نے اس جرم کا ارتکاب کیا تو انہیں بھی ایسے ہی انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

قرآن نے چوری کی سزا بیان کرتے ہوئے ان دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ...... (المائدہ:۳۸)	”اور چور خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا“۔

اسلامی سزاؤں کے نفاذ سے بظاہر ایک شخص کی حق تلفی اور ایک جان کا ضیاع ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ بے شمار انسانوں کے حقوق کی حفاظت اور بے شمار زندگیوں کے تحفظ کا

ضامن ہے۔

وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰأُولِي الْاَلْبَابِ...... (البقرہ:۱۷۹)

"عقل وخرد رکھنے والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔

خاتمہ

گزشتہ سطور میں اسلام میں حقوقِ انسانی کے سلسلے میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں صرف اصولی باتیں پیش کی گئی ہیں۔ کتب فقہ میں ان میں سے ہر نکتے پر تفصیلات اور جزئیات موجود ہیں۔ یہ اصول صرف خوش نما نظریات کی حیثیت نہیں رکھتے۔ بلکہ صدیوں تک ان پر عمل ہوتا رہا ہے اور اسلامی حکومتوں کے زیر سایہ تمام انسان ان سے متمتع ہوتے رہے ہیں۔ تاریخ میں اگر بعض حکمرانوں نے ان حقوق میں سے بعض کو پامال کیا ہے، یا ان کے تحفظ میں کوتاہی کی ہے تو یہ ان کا جرم یا قصور ہے۔ اس بناء پر یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اس میدان میں اسلام کو نہ صرف یہ سبقت حاصل ہے، بلکہ اس کے نزدیک حقوقِ انسانی کا تصور اس تصور سے کہیں زیادہ جامع ہے جس کا آج ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین:

WOULD YOU LIKE TO KNOW SOMETHING ABOUT ISLAM ?

By : Mohammad M. Ahmed

Really a book that tells you everything about Islam being criticized in the western society.

The book that clears up the misconceptions and misunderstandings about Islam.

The book bridges the gap between Muslims & Non Muslims.

Published by: Crescent Book Inc. P.O.Box 786Wingdale NY 12594-1435 www.crescesnt-books.com

E.mail: info@crescent-books.com

☆اذا كان رب البيت بالدف مولعا .... فشيمة اهل البيت كلهم رقص☆

مراجع

اس مقالہ میں قرآن کریم اور کتب احادیث کے علاوہ درج ذیل ثانوی مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔ بعض دیگر کتب کے حوالے حواشی میں دے دیے گئے ہیں:

۱۔ **حقوق الانسان بین تعالیم الاسلام و اعلان الامم المتحدۃ محمد الغزالی، المکتبۃ التجاریۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۶۳ء**

۲۔ **الاسلام و حقوق الانسان، محمد عبدالمنعم خفاجی، مطبعۃ فواد حلمی مصر، الطبعۃ الاولی، ۱۹۵۱ء**

۳۔ بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ طبع اوّل ۱۹۷۹ء

۴۔ اسلامی ریاست، مولانا امین احسن اصلاحی، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، طبع اوّل ۱۹۷۷ء

۵۔ اسلامی ریاست، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، طبع اوّل ۱۹۶۲ء

۶۔ تفہیمات، حصہ سوم، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز۔ ۱۹۸۱ء مقالہ ''انسان کے بنیادی حقوق'' ص ۲۴۸۔۲۶۸

۷۔ غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سیّد جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ، طبع اوّل ۱۹۹۹ء

۸۔ مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ، مولانا سیّد جلال الدین عمری، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی

۹۔ مقالہ ''انسانی حقوق اور اسلامی ریاست'' مولانا سیّد جلال الدین عمری۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جلد ۱۸ شمارہ ۲، ۳، ۴، اپریل تا جون۔ جولائی تا ستمبر، اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۹ء

☆ اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی ...... بر آورند غلامان او درخت از بیخ ☆

القسم العربی

مجلة الفقة الاسلامی

تصدر من
اکادیمیة الفقة الاسلامی المعاصر
ص ب ۱۷۷۷۷ گلشن اقبال
کراتشی باکستان

رئیس التحریر
الاستاذ الدکتور / نوراحمد شاہتاز
......☆......
مساعد رئیس التحریر
الاستاذ غلام نصیر الدین نصیر　　الدکتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

وحدة كيان الامة الاسلامية فى نظر سيد قطب
(الدكتور محمد الدسونى)　　۸۷